ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.03 No.02 (2025)

جنوبی ایشیا کا قدیم ترین مرکز: ملتان (تاریخی، تہذیبی، ثقافتی، سیاسی اور تجارتی تناظر میں)

Munir Ahmad
Ph.D. Scholar Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan
Munirahmad31000@gmail.com
Dr. Mumtaz Khan Kalyani
Professor
Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan
mumtazkalyani@bzu.edu.pk

Abstract:
Multan, known as the "City of Saints," stands as one of the oldest continuously inhabited cities in South Asia, rich in cultural heritage, historical depth, and spiritual diversity. This interdisciplinary research article explores Multan through a comprehensive lens that encompasses its historical evolution, Sufi tradition, literary contributions, economic significance, architectural heritage, and linguistic identity. Drawing upon historical texts, archaeological evidence, and literary sources, the study traces Multan's development from its ancient origins—possibly linked to the Indus Valley Civilization—to its status as a key political and cultural hub in Islamic and colonial South Asia. The article critically engages with the decline of traditional culture in the face of globalization and consumerism, and the resurgence of regional identity through Saraiki language and literature. By examining past and contemporary cultural trends, the study offers a nuanced understanding of Multan's role as a civilizational center. Through thematic analysis, cultural critique, and reference to classical and modern literary voices, this paper presents Multan not merely as a geographical entity, but as a living, dynamic emblem of South Asian civilization.

Keywords:
Multan, South Asia, Cultural Heritage, Historical Center, Interdisciplinary Study, Sufism, Multani Literature, Economic History, Cultural Trends, Urdu Research, Saraiki Language, Civilizational Structure, Contemporary

جنوبی پنجاب میں واقع مدینتہ اولیاء ملتان ایک قدیم تاریخی شہر ہے۔ جو اپنے دامن میں ہزاروں سال پر محیط عظیم تہذیب و ثقافت، اور تاریخ کی محیر العقول سر گزشت کا امین ہے۔ اس شہر کی تاریخ، فنون لطیفہ، تہذیب و تمدن قدیم عمارات مقابر، درس و تدریس اور تحقیق کی عظیم درس گاہیں، نوادرات، دستکاریوں اور تاریخی ورثے کی کئی داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ ملتان اپنی قدامت اور تاریخی و جغرافیائی اہمیت کے اعتبار سے بر صغیر کے اہم شہروں میں گنا جاتا ہے۔ بر صغیر کی تاریخ میں جن شہروں نے مسلسل تمدنی، سیاسی اور معاشی سر گرمیوں کا مرکز بنے رہنے کی روایت قائم رکھی، ملتان ان میں ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔ یہ نہ صرف اولیائے کرام اور صوفی بزرگوں کا مسکن رہا بلکہ علمی، ثقافتی، سیاسی اور اقتصادی مراکز کا گہوارہ بھی رہا ہے۔

بین الشعبہ جاتی تحقیقی زاویے سے جب ہم ملتان کو دیکھتے ہیں تو اس کی گہرائی اور وسعت میں کئی جہات نمایاں ہو کر سامنے آتی ہیں: تاریخ، ادب، ثقافت، مذہب، معیشت، سیاست اور فن تعمیر، سب اس شہر کی تہہ دار شناخت کا حصہ ہیں۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر یہ مقالہ استوار ہے۔

''اسلامی نقطہ نظر سے دنیا کا سب سے پہلا انسان حضرت آدم کو تسلیم کیا جاتا ہے ان کا ہبوط باالتفاق مورخین جزیرہ سراندیپ (لنکا) پر ہوا جس کی توثیق امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب، الامام محمد بن علی الباقر الامام جعفر الصادق کی روایات سے ہوتی ہے جن کو ابن الفقیہ الھمدانی متوفی 279 نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔''

وفی الحدیث ان آدم اہبط بالھند علی جبل سراندیب واہبطت حواء بجدة وابلیس اللعین بمیسان والحیتہ باصفھان''

حدیث میں ہے'': آدم ہند میں سراندیپ پہاڑ پر اتارے گئے اور حوا جدہ میں اور ابلیس لعین ''میسان'' میں اور سانپ اصفہان میں'' ملتان کا سب سے اولین نام ''میسان'' ہی تھا۔ تاج الدین مفتی کی غیر مطبوعہ ''تاریخ پنجاب'' جو 1868ء میں لکھی گئی اور مسٹر احمد ربانی کے قلمی کتب خانہ لاہور میں موجود ہے یہ روایت درج ہے کہ ''نوح علیہ السلام کے طوفان کے وقت ملتان آباد تھا''۔ (1)

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.03 No.02 (2025)

ملتان کا ذکر مختلف سیاحوں، جغرافیہ دانوں، اور مورخوں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے، چاہے وہ عرب، ہند، یا یورپ سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس کی قدامت اور اہمیت کو سمجھنے کے لیے ان تاریخی حوالوں کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہ بھی تقریباً طے ہے کہ رگ وید جیسی قدیم مذہبی کتاب کا کچھ حصہ ملتان کے آس پاس کے علاقوں میں تصنیف ہوا۔ رگ وید کی تکمیل 1300 قبل مسیح سے 800 قبل مسیح کے درمیان ہوئی، جب آریا اپنے آخری دور میں مشرقی سندھ کے راستے سرسوتی یعنی بٹھنڈا کے علاقے میں آباد ہوئے۔

راوی، چناب، اور جہلم کی تیز و مواج لہروں کے درمیان واقع ملتان اپنی قدیم تاریخ اور منفرد حیثیت کے باعث ہمیشہ سے ایک اہم مقام رکھتا آیا ہے۔ یہ شہر اپنی زرخیزی، شادابی، زراعت، اور مذہبی ماحول کے ساتھ ساتھ پجاریوں، تاجروں، اور حکمرانوں کی دولت کی وجہ سے ہر دور کے حملہ آوروں کے لیے کشش کا باعث رہا ہے، جو اکثر اہل شہر کے لیے مصیبت کا سبب بنتا تھا۔

معروف ماہر آثارِ قدیمہ مرزا ابن حنیف نے اپنی تحقیق میں کہا کہ :

> اس کا (رگ وید) تین چوتھائی سے بھی زیادہ حصہ پنجند، علی پور، ملتان اور ساہیوال یعنی ہڑپہ کے علاقے میں تصنیف ہوا ہے۔ اس میں جھنگ، شورکوٹ بھی شامل ہے کیونکہ ایک ہزار قبل مسیح شورکوٹ کے قبیلہ بھارت سے آریا کی ایک زمانہ تک جنگ رہی تھی اور شورکوٹ کی سیوی حکومت کے بچے کھچے آثار سکندر کے وقت تک موجود تھے جو ختم ہو کر چندر گپت کی حکومت میں شامل ہو گئے۔ (2)

ملتان کا تعلق قدیم وادی سندھ کی تہذیب سے جوڑا جاتا ہے، جس کی بنیاد ۲۵۰۰ قبل مسیح کے قریب سمجھی جاتی ہے۔ موہنجو داڑو اور ہڑپہ کی تہذیبوں کے بعد، ملتان کی قدامت اس نظریے کو تقویت دیتی ہے کہ یہ علاقہ ہڑپہ کے تمدنی تسلسل کا نمائندہ ہو سکتا ہے۔

ماہرین آثار قدیمہ کے مطابق، ملتان کے علاقے میں مختلف ادوار کی تہذیبی پرتیں دریافت ہوئی ہیں جن میں مٹی کے برتن، سکے، اور تعمیرات شامل ہیں۔ فائل کے اقتباسات کے مطابق، کئی محققین ملتان کو ''سورج دیوتا کی نگری'' اور قدیم مذہبی سرگرمیوں کا مرکز قرار دیتے ہیں۔

ملتان کی تاریخی اہمیت کے کئی بین الاقوامی شواہد بھی موجود ہیں۔ چینی سیاح ہیون سانگ، عرب مؤرخین جیسے البیرونی اور ابنِ بطوطہ، اور مغربی سیاح جیسے الیگزینڈر برنس نے بھی ملتان کو اپنی تحریروں میں ایک اہم شہر کے طور پر پیش کیا ہے۔

ہیون سانگ نے ملتان میں بدھ مت کے بڑے مراکز کا ذکر کیا ہے، جبکہ البیرونی نے اسے اسلامی تعلیم و تربیت کا مرکز قرار دیا۔ ابنِ بطوطہ کے مطابق، ملتان اس کے دور میں ایک خوشحال اور علمی طور پر ترقی یافتہ شہر تھا۔ اس ضمن میں فائل کے اقتباسات قدیم سیاحوں کی زبانی شہر کی سماجی، ثقافتی اور معاشی ساخت کا عکس پیش کرتے ہیں۔

ملتان کو ''اولیاء کا شہر'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہاں موجود اولیائے کرام کے مزارات، خانقاہیں، اور تصوف کا گہرا اثر ہے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا، حضرت شاہ رکنِ عالم، حضرت شمس تبریز، حضرت شاہ یوسف گردیزی جیسے بزرگوں نے اس شہر کو روحانی مرکز میں تبدیل کر دیا۔ صوفیا نے نہ صرف مذہب بلکہ سماجی اور تہذیبی رویوں میں بھی نرمی، رواداری، اور انسان دوستی کو فروغ دیا۔ یہی روحانی پہلو ملتان کی شناخت میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ ملتان ہمیشہ سے سیاسی لحاظ سے ایک اہم مقام پر فائز رہا ہے۔ قدیم ہندو حکمرانوں سے لے کر عربوں، غزنویوں، غلام خاندان، خلجیوں، تغلقوں، مغلوں اور سکھوں تک، ہر عہد میں ملتان ایک مرکزی مقام رہا۔

محمد بن قاسم نے 712ء میں ملتان فتح کیا، جس کے بعد یہاں اسلامی تہذیب کا غلبہ ہوا۔ عباسی خلافت کے تحت یہ خطہ علمی، فقہی، اور تجارتی مرکز بنا۔ دسویں صدی سے لے کر تیرہویں صدی تک یہ شہر مستقل اسلامی حکمرانی میں رہا۔ اسی دوران صوفیاء کی آمد ہوئی، جنہوں نے روحانیت اور محبت کے پیغام کے ذریعے ملتان کو امن و آشتی کا گہوارہ بنایا۔

> "ملتان میں دین و دل، تصوف و سیاست، علم و تجارت ایک دوسرے میں ایسے پیوست ہو گئے کہ شہر محض شہر نہ رہا بلکہ تہذیب بن گیا۔" (3)

انگریزوں کے دور میں بھی یہ شہر انتظامی اور دفاعی نقطۂ نظر سے اہم رہا۔ محمد بن قاسم کے حملے سے لے کر انگریزوں کی بغاوتوں تک، ملتان نے ہر دور میں اپنے وجود کو تاریخ میں نمایاں رکھا۔ اس کے قلعے، دروازے، اور آثار آج بھی اس کی عسکری اور سیاسی اہمیت کی شہادت دیتے ہیں

ملتان قدیم دور سے ایک اہم تجارتی مرکز رہا ہے۔ یہاں کے بازار، قافلے، اور دریا سے جُڑی نقل و حمل نے اسے جنوبی ایشیا کے معاشی نقشے میں مرکزی حیثیت عطا کی۔ برصغیر، ایران، وسط ایشیا، اور چین کے درمیان تجارتی گزرگاہ کی حیثیت رکھنے کے باعث یہاں کپڑا، مصالحے، اور دستکاری کی اشیاء کی تجارت عام رہی۔

"ملتان کا بازار، وہ قدیم اقتصادی انجن تھا جو کئی صدیوں تک پورے خطے کو جلا بخشتا رہا۔"(4)

ملتان کی معاشی اہمیت زمانہ قدیم سے مسلم ہے۔ یہ شہر چونکہ دریائے چناب کے کنارے واقع ہے، اس لیے یہاں کی زرخیز زمین اور پانی کی دستیابی نے زراعت کو ہمیشہ فروغ دیا ہے۔ فائل میں موجود معلومات کے مطابق، قدیم زمانے میں کپاس، گندم، چاول اور آم جیسے اجناس کی کاشت نے ملتان کو ایک زراعتی مرکز میں تبدیل کر دیا تھا۔

ملتان برصغیر کے قدیم تجارتی راستوں میں ایک مرکزی نکتہ رہا ہے۔ یہاں سے قافلے افغانستان، ایران، چین، اور دہلی جیسے علاقوں کے لیے روانہ ہوتے تھے۔ فائل میں درج ملتان کے پرانے بازار، جیسے حسین آگاہی، دہلی گیٹ، پاک گیٹ اور شاہی بازار، نہ صرف تجارتی سرگرمیوں کے مرکز تھے بلکہ تہذیبی تعامل کا مظہر بھی۔

ملتان کی روایتی صنعتوں میں ملتانی کڑھائی، مٹی کے برتن، قالین بافی، اور ملتانی کھدر نمایاں ہیں۔ آج بھی ملتانی مٹی کے برتن اپنی نفاست اور رنگ و روغن کے باعث دنیا بھر میں مقبول ہیں۔ فائل میں خاص طور پر مٹی کے ظروف، ملتانی کھدر، اور بلوچی کڑھائی کا ذکر کیا گیا ہے جو مقامی ہنرمندوں کی مہارت کا مظہر ہیں۔

ملتان کا ذکر کیے بغیر حضرت بہاؤالدین زکریا، شاہ رکن عالم، شاہ شمس تبریزی، اور حضرت حافظ جمال کا ذکر ممکن نہیں۔ یہ صوفیاء نہ صرف مذہبی رہنما تھے بلکہ تہذیب کے معمار بھی تھے۔ ان کے دربار آج بھی نہ صرف زیارت گاہیں ہیں بلکہ بین المذاہب ہم آہنگی کی علامت بھی ہیں۔

"ملتان میں صوفیاء کا کردار اس دریا کی مانند ہے جو ہر پیاسے کو سیراب کرتا ہے، چاہے اس کا رنگ، نسل یا مذہب کچھ بھی ہو۔"(5)

ملتان کی **زبان** سرائیکی ہے، جو پنجابی، سندھی، فارسی، اور عربی اثرات کا خوبصورت امتزاج ہے۔ اس زبان میں سوز، عشق، ہنر اور حکمت کا اظہار پایا جاتا ہے۔

سرائیکی شاعری میں بابا فرید، خواجہ غلام فرید، میاں محمد بخش، اور شاکر شجاع آبادی کا مقام بہت بلند ہے۔

"سرائیکی زبان ایک ایسی دھیمی لے ہے، جو نہ بولی جاتی ہے، نہ پڑھی جاتی ہے—بس محسوس کی جاتی ہے۔"(6)

ادب کے میدان میں ملتان نے اردو کو بھی بہت کچھ دیا۔ جاوید اختر بھٹی، اطہر ناسک، اور محمد امین جیسے شاعر یہاں سے ابھرے۔

ملتان کی تہذیب محض زبان یا ملبوسات تک محدود نہیں بلکہ اس کے میلوں، لوک رسومات، دستکاری، موسیقی، اور گھریلو رویوں میں اس کی مکمل شناخت جھلکتی ہے۔ میلۂ چراغاں، عرس شاہ رکن عالم، بسنت، محرم، اور عید میلاد النبی جیسی تقریبات صرف مذہبی یا تفریحی مظاہر نہیں، بلکہ یہ شہر کی ثقافتی روح کا اظہار ہیں۔ ان میلوں میں جھولے، قوالی، پتنگ بازی، اونٹ دوڑ، اور ملتانی سوغات کی خرید و فروخت نہ صرف عوامی میل جول کا ذریعہ بنتی ہیں بلکہ تہذیب کے تسلسل کو بھی برقرار رکھتی ہیں۔ سرائیکی نعت، منقبت، قوالی، دُمال اور لوک کہانیاں اس تہذیبی منظرنامے کو معنویت عطا کرتی ہیں۔ جیسا کہ حفیظ خان نے لکھا:

"ملتان کا میلہ صرف ہجوم نہیں ہوتا—وہ تہذیب کی بولتی ہوئی تصویر ہوتا ہے۔(7)

پوشاک اور دستکاری بھی ملتانی ثقافت کا اہم جزو ہیں۔ ٹوپی والا برقعہ ماضی کی نسوانی تہذیب کی علامت تھا، جبکہ ملتانی چادر اور سرائیکی اجرک آج بھی نسلی شناخت اور ثقافتی افتخار کی علامت ہیں۔ دستکاری میں ملتانی مٹی کے برتن، نیلی کاشی، کڑھائی، چمڑے کا کام، اور ملتانی سوہن حلوہ شامل ہیں، جو نہ صرف گھریلو بلکہ تجارتی سطح پر بھی شہر کی پہچان ہیں۔ سبطین گیلانی اس تنزلی پر افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ملتانی برتن جیسے جیسے ٹوٹتے گئے، ویسے ویسے تہذیب بھی خاموش ہوتی گئی۔"(8)

لوک موسیقی اور رقص ملتانی ثقافت کی روحانی اور جمالیاتی جہت کو اجاگر کرتے ہیں۔ سرائیکی قوالی اور کافی صوفیانہ فکر کی آواز ہیں، جنہیں ڈھول، چمٹا، اور شہنائی جیسے لوک سازوں کی سنگت میں پیش کیا جاتا ہے۔ ڈھمال اور جھومر نہ صرف رقص کی صورتیں ہیں بلکہ تصوف اور تہذیب کا حسین امتزاج بھی ہیں۔ یہ ایسی آوازیں اور حرکات ہیں جنہیں محض سنا نہیں جاتا بلکہ دل کی گہرائیوں سے محسوس کیا جاتا ہے۔

ملتان کی ثقافت نے ہمیشہ وقت کے ساتھ خود کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن عصرِ حاضر میں یہ جدوجہد شدید تر ہو چکی ہے۔ روایتی ملتانی تہذیب اب بیشتر صرف میلوں یا تصویری نمائشوں تک محدود ہو چکی ہے۔ موجودہ دور میں میڈیا، صارفیت، اور ثقافت کے برانڈ بن جانے کے رجحان نے ملتانی طرزِ زندگی کو مصنوعی اظہار میں بدل دیا ہے۔ سرائیکی چادر، ملتانی آم، اور سوہن حلوہ جیسی علامات اب صرف برانڈ بن چکی ہیں، جینے کے انداز کی علامت نہیں رہیں۔ جیسا کہ شاکر حسین شاکر نے لکھا:

"ملتانی ثقافت اب صرف تصویروں میں زندہ ہے، لوگوں کے روزمرہ رویوں میں نہیں۔"(9)

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

ثقافت کا تعلق گہری سطح پر طرزِ زندگی، رسوم و روایات، اور ذہنی تربیت سے ہوتا ہے، مگر اب یہ صرف سیاحتی تجربہ یا فیسٹیول اسٹال تک محدود ہو چکی ہے۔ جدید تعلیمی نظام اور روایتی دانش کے درمیان خلیج بڑھ گئی ہے۔ نئی نسل کے لیے ثقافت صرف بسنت یا عرس تک محدود ہو گئی ہے۔ نہ گھروں میں لوک کہانیاں سنائی جاتی ہیں، نہ سرائیکی گیت یاد رکھے جاتے ہیں، اور نہ ہی روایتی ادب کو پڑھنے یا سیکھنے کا رواج باقی رہا ہے۔ اسکولوں اور کالجوں کے نصاب سے مقامی ادب، موسیقی، اور تاریخ غائب ہو چکی ہے، اور گھریلو سطح پر لوریوں اور کہاوتوں کا تسلسل ٹوٹ گیا ہے۔ سبطین گیلانی کے الفاظ میں:

"جب ماں کے منہ سے لوری ہٹ جائے، تو ثقافت کا پہلا ستون گر جاتا ہے۔"(10)

لباس، زبان اور شناخت کے میدان میں بھی زوال کی کیفیت ہے۔ ٹوپی والا برقعہ اب صرف تصاویر یا کتابوں میں رہ گیا ہے، ملتانی چادر برانڈ تو ہے، مگر روزمرہ کا حصہ نہیں رہی۔ سرائیکی زبان گھروں سے نکل کر سٹیج تک محدود ہو گئی ہے، اور انگریزی بولنے پر فخر جبکہ سرائیکی بولنے میں جھجک کا رجحان بڑھ گیا ہے، جو لسانی شناخت کے بحران کی عکاسی کرتا ہے۔ مزید برآں، ثقافتی ادارے بھی غیر فعال ہوتے جا رہے ہیں۔ آرٹس کونسل ملتان کئی سالوں تک غیر فعال رہی، سرائیکی ریسرچ سینٹر کو حکومتی سطح پر مناسب فنڈنگ میسر نہیں، اور ثقافتی میلوں میں مقامی فنکاروں کو نظرانداز کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ جاوید اختر بھٹی نے لکھا:

"ادارے ہوں یا اخبارات—ملتانی ثقافت کے لیے جگہ تنگ ہو گئی ہے"۔(11)

صارفیت اور جدید فیشن کا غلبہ بھی ملتانی تہذیب پر غالب آ چکا ہے۔ قوالی کی جگہ پاپ موسیقی، مٹی کے برتنوں کی جگہ چینی کی مصنوعات، اور روایتی میلوں کی جگہ "شاپنگ فیسٹیول" نے لے لی ہے۔ یہ صرف ثقافتی تبدیلی نہیں بلکہ ایک نفسیاتی شناخت کی تبدیلی ہے، جو تہذیبی روایت کو پسِ منظر میں دھکیل دیتی ہے۔

سرائیکی شاعروں اور یوٹیوب چینلز کے ذریعے سرائیکی قوالی، غزل اور لوک گیتوں کو زندہ رکھنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ بعض نجی اسکولوں میں ثقافتی دن منائے جاتے ہیں، اور لوک میلہ اسلام آباد جیسے ایونٹس میں ملتان کی نمائندگی ہوتی ہے۔ جیسا کہ حفیظ خان نے خوبصورت انداز میں کہا:

"ثقافت مر نہیں سکتی، اگر اسے دل میں بسایا جائے—ورنہ دروازوں پر ٹنگی ملتانی چادر، صرف پردہ رہ جاتی ہے، پہچان نہیں"۔(12)

یہ تمام مشاہدات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ملتانی ثقافت ایک چوراہے پر کھڑی ہے—جہاں ایک طرف زوال ہے، تو دوسری طرف احیاء کی امید بھی باقی ہے۔ ملتان کا ادبی منظر ایک منفرد اور گہری روایت کا حامل ہے۔ یہاں کلاسیکی ادب سے لے کر جدید نظم، افسانہ، اور تنقید تک ہر صنف میں نمایاں کارکردگی دیکھنے کو ملتی ہے۔

ملتان ہمیشہ سے علم و ادب کا مرکز رہا ہے۔ اس خطے میں فارسی، اردو اور سرائیکی زبانوں میں تخلیقی ادب کا گہرا اثر رہا۔ 1947ء سے پہلے ملتان میں جو شعری و نثری ادب تخلیق ہوا، اس میں صوفی شاعری کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ حضرت خواجہ فرید، خواجہ غلام فرید، شاہ شمس تبریز اور شاہ رکن عالم جیسے صوفیائے کرام نے نہ صرف روحانی پیغام عام کیا بلکہ ایک ادبی روایت کو بھی جنم دیا۔

ڈاکٹر امتیاز حسین بلوچ لکھتے ہیں:

"ملتان ہر عہد میں علم و ادب کا گہوارا رہا ہے... یوں تو لکھنو، دہلی کے دبستانوں کی بحث اُردو ادب کا ایک مستقل مطالعہ رہی ہے... ملتان کے قدیم اور جدید ادب نظم و نثر کے سرمائے کی بدولت ایک الگ دبستان کہا جا سکتا ہے"۔(13)

مزید برآں، تاریخی ریکارڈ اور سیاحوں کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں مدارس اور خانقاہیں علم و ادب کے مراکز رہی ہیں۔ ہندو دیومالا اور اسلامی روایات، دونوں کا ادب پر اثر رہا۔ ملتان کی ادبی روایت کا آغاز ایک صوفیانہ، کلاسیکی، اور تہذیبی شعور سے ہوا اور 1947ء سے پہلے کے دور میں یہ روایت ایک بھرپور اور تہذیبی رنگ میں جلوہ گر نظر آتی ہے۔ یہاں کے شعرا، علما، صوفیا اور خطاط حضرات نے ادب کے ہر شعبے میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کی خدمات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے کلام میں روحانیت، وحدت، عشقِ حقیقی، اور انسان دوستی کا پرچار پایا جاتا ہے۔ صوفی شعرا جیسے حضرت بہاءالدین زکریا، شاہ شمس تبریز، اور شاہ رکن عالم کے ملفوظات اور اشعار نے آنے والے شعرا کے لیے ایک فکری روایت قائم کی۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

ملتان میں فارسی ادب اور صوفیانہ نثر و نظم کی روایت مغلیہ عہد میں اپنے عروج پر پہنچی۔ حضرت بہاءالدین زکریا، شاہ رکن عالم، اور شاہ شمس تبریز جیسے صوفی بزرگوں کی خانقاہیں صرف روحانیت نہیں بلکہ ادب و زبان کا مرکز بھی تھیں۔

"مغل اگرچہ ترکمانی نسل سے تھے مگر فارسی کے رائج الوقت ہونے کی وجہ سے اس کی سرپرستی کی۔ اس طرح سرکاری، ادبی اور تعلیمی زبان فارسی رہی"۔(14)

"ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ فیصلہ کن اور مرکزی رہا ہے۔ ان کے خیالات نے نہ صرف دینی بلکہ ادبی ذوق کو بھی متاثر کیا۔"

ڈاکٹر روبینہ ترین اپنی تصنیف تاریخ ادبیات ملتان میں لکھتی ہیں:

"ملتان میں اردو شعر و ادب کا آغاز نہ صرف مذہبی شاعری سے ہوا بلکہ یہاں نعت، منقبت اور مرثیہ کی بھرپور روایت قائم ہوئی۔ صوفی شعراء نے اردو زبان میں فکری اور روحانی تجربات کو بیان کیا۔"(15)

ڈاکٹر مختار احمد ظفر کے مطابق:

"ملتان کے وہ شعرا جو ۱۹۴۷ء سے پہلے کے دور میں شامل ہیں ان میں علامہ طالوت کشفی، عبداللہ نیاز، کیفی جامپوری اور اسد ملتانی کے نام نمایاں ہیں۔ یہ شعرا اردو زبان میں نہایت عمدہ فکری اور شعری خدمات انجام دے چکے ہیں۔"
(16)

ان شعرا کی تخلیقات نے اردو ادب میں ایک الگ پہچان بنائی۔ ان کی زبان میں علاقائی تاثیر، صوفیانہ وجدان اور فکرِ اسلامی کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔

ڈاکٹر انور رشید کے مطابق صوفی شعرا کے ہاں سادگی، صراحت، عوامی زبان اور وحدت الوجود کا فکری تسلسل پایا جاتا ہے، جو ملتان میں اردو شاعری کے اولین نقوش تھے۔
فارسی نے صدیوں تک ملتان کی درسی اور ادبی زبان کے طور پر کام کیا۔ فارسی کے شعرا اور صوفی بزرگوں نے یہاں تعلیم دی، تصانیف لکھیں اور مذہبی، ادبی، اور روحانی فکر کی آبیاری کی۔ اردو شاعری نے انہی بنیادوں پر اپنا پہلا ڈھانچہ استوار کیا۔ ڈاکٹر محمود شیرانی لکھتے ہیں:

"پنجاب میں اردو کی ابتدا اور ارتقاء میں ملتان کی خانقاہوں کا کردار بنیادی رہا ہے۔"(17)

ملتان میں اس دور میں کئی ادبی شخصیات اور حلقے سرگرم رہے جنہوں نے شاعری، خطابت اور نثر کے ذریعے قومی و فکری شعور کو بیدار کیا۔ معروف ادیب اور دانشور واحد بخش ندوی، غلام محمد کے زکی، اور مظفر الدین جیسے افراد نے مقامی اور قومی سطح پر ادب کو نظریاتی جہت فراہم کی۔

"واحد بخش ندوی ہفت روزہ 'اسلام' کے مدیر تھے اور قیام پاکستان سے قبل ادبی صحافت کے روحِ رواں سمجھے جاتے تھے۔"(18)

1860ء سے 1947ء کے دوران ملتان میں مختلف اخبارات و رسائل نے ادبی مواد کی اشاعت کی۔ ان میں پندرہ روزہ اور ماہنامہ جرائد شامل تھے جن کی تعداد 18 تک جا پہنچی۔ زیادہ تر جرائد سیاسی اور سماجی مسائل پر مرکوز تھے، مگر کچھ نے ادب کی بھی خدمت کی۔

"ملتان میں قیام پاکستان سے قبل شائع ہونے والے جرائد علم و ادب اور شعر و حکمت کے ساتھ ساتھ ہندوستانی قومیت، ہندو مسلم مفادات، اور آزادی کی تحریک سے وابستہ تھے۔"(19)

1947ء سے پہلے کا ادبی رجحان متصوفانہ، کلاسیکی اور تصنیفی رہا۔ اس میں وحدت الوجود، انسانی برابری، اور عشق حقیقی جیسے موضوعات غالب تھے۔ جیلانی کامران کے مطابق:

"ہماری تہذیب کلاسیکی تصوف کی کائنات ہے۔"(20)

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

یہی وجہ ہے کہ اس عہد کے شعرا کی غزلوں میں الفاظ کا انتخاب، زمین کی سادگی، اور فکر کی گہرائی نمایاں ہے۔

ملتان میں 1947ء سے پہلے ادب کا مرکز خانقاہیں، مدارس، اور مقامی محافل تھیں۔ادب میں صوفیانہ مزاج، فارسی کی جمالیات اور اردو کی نرمی کا امتزاج نظر آتا ہے۔صحافت اور تعلیم نے ادب کو ایک نظریاتی بنیاد دی، جہاں مذہب، تہذیب اور قومی فکر کا امتزاج موجود تھا۔

اگرچہ اردو زبان کے ابتدائی نقوش دلی، لکھنؤ، اور دہلی کے قرب و جوار میں پڑے، مگر ملتان میں اردو نثر و نظم کا آغاز بہت جلد ہو گیا۔اردو کی علمی نثر کے ابتدائی نقوش 19ویں صدی کے وسط میں ملتان میں نظر آنے لگتے ہیں۔

"ملتان میں اردو کی علمی نثر کے آغاز وارتقاء پر تحقیق کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہاں کی نثر فکری وضاحت اور مقصدیت پر مبنی تھی۔"۔

نظم ونثر کے ارتقاء میں ملتان کے علمائے دین، شعرا، اور معلمین نے اہم کردار ادا کیا۔دینی نصاب، تفسیر و حدیث، اور ملفوظات میں اردو کا استعمال روز بروز بڑھتا گیا۔

صوفیانہ شاعری نے ملتان کی ادبی روح کو ہمیشہ زندہ رکھا۔خواجہ غلام فرید، شاہ عنایت، شاہ حسین، اور پیر مہر علی شاہ جیسے شعرا نے اپنے کلام میں عشقِ حقیقی، انسان دوستی، اور بین المذاہب رواداری کے پیغام دیے۔

> "ملتان کے صوفیا نے طریقت میں شریعت کی بالادستی پر زور دیا اور شاعری کو انسان دوستی اور رواداری کے فروغ کا ذریعہ بنایا۔"۔(21)

حضرت خواجہ فرید کا کلام ملتانی کلاسیکی ادب کا بلند ترین نمونہ ہے۔ان کی شاعری میں تصوف، محبت، فطرت اور انسان دوستی جیسے عناصر کا امتزاج پایا جاتا ہے۔
جدید ملتانی ادب میں عورت، ماحولیات، ہجرت، اور تشخص جیسے موضوعات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔مقامی ادیبوں نے جدید تکنیکی اسالیب جیسے بین المتنی (Intertextuality)، شعور کی رو (Stream of Consciousness)، اور علامت نگاری کو اپنے ادب میں شامل کیا ہے۔
ملتان میں کئی ادبی رسائل جیسے ''روزنامہ امروز''(روزنامہ امروز 43 سال تک صحافت کے افق پر نمایاں رہنے کے بعد کو بند کر دیا گیا۔''نوائے وقت''، اور ''خبریں''"۔ ''کتاب نما''، ''ادب دوست''، اور ''سرائیکی ادبی بورڈ'' جیسے ادبی جریدے بھی شائع ہوتے رہے، جنہوں نے ملتان کے مقامی ادیبوں کو قومی سطح پر متعارف کرانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔
ملتان کی فنِ تعمیر کی روایت اس کے قلعے، دروازے، مساجد، اور مزارات میں محفوظ ہے۔فائل میں موجود حوالوں کے مطابق، ملتانی طرزِ تعمیر میں گنبد، ٹائل ورک، اور چونے کے پلستر سے مزین قبے، اسلامی، ایرانی، اور مقامی اثرات کا حسین امتزاج ہیں۔
یہ عمارت فنِ تعمیر کا ایک بے نظیر نمونہ ہے، جس کی گنبد نما ساخت اور نیلے ٹائل اسے عالمی شہرت دلاتے ہیں۔یہ نہ صرف ایک مذہبی مقام بلکہ ملتانی فن وہنر کی علامت بھی ہے۔ملتان کا قلعہ تاریخی لحاظ سے ایک اہم دفاعی و تمدنی مقام رہا ہے۔اس میں موجود قدیم دروازے، جیسے دہلی گیٹ، حرم گیٹ، اور پاک گیٹ، شہر کی تہذیبی تنوع کی علامت ہیں۔
ملتان اپنی جغرافیائی حیثیت، تاریخی ورثے اور قدیم تہذیبی روایت کی بنا پر جنوبی ایشیا کے قدیم ترین تمدنی مراکز میں شمار ہوتا ہے۔فائل کے تمام شواہد اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ شہر صرف تاریخی اہمیت نہیں بلکہ تہذیبی مرکزیت کا بھی حامل رہا ہے۔
تحقیق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب ملتان کی اہمیت کو تاریخ، ثقافت، معاشیات، مذہب، اور فن و ادب کے تناظر میں ایک جامع، بین الشعبہ جاتی (interdisciplinary) طریقہ سے پرکھا جائے تو شہر کی تہہ دار شناخت سامنے آتی ہے۔
ملتان کی شناخت صرف ایک تاریخی یا تجارتی مرکز کے طور پر نہیں بلکہ ایک صوفیانہ، روحانی اور ثقافتی مرکز کے طور پر بھی ابھرتی ہے۔اس کی موسیقی، زبان، رسم و رواج، اور فن تعمیر جنوبی ایشیائی تہذیب کے حسین امتزاج کی نمائندگی کرتے ہیں۔
معاصر ملتانی ادب نے نہ صرف عالمی ادبی رجحانات کو اپنایا بلکہ اپنے مخصوص تہذیبی اور لسانی پس منظر کو بھی قائم رکھا۔اس میں عورت، شناخت، زبان، اور مابعد نوآبادیاتی تنقید جیسے موضوعات کو نمایاں مقام حاصل ہے۔

ملتان کا بین الشعبہ جاتی مطالعہ نہ صرف اس شہر کی تاریخی، ثقافتی اور معاشی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے بلکہ ایک علمی ماڈل بھی پیش کرتا ہے کہ کس طرح ایک خطے کو ہمہ جہتی زاویوں سے پرکھا جائے۔ یہ شہر ایک ایسا تاریخی استعارہ بن کر ابھرتا ہے جو ماضی سے لے کر حال تک تہذیب، تجارت، تصوف، اور تخلیقی فنون کا نمائندہ ہے۔

حوالہ جات:

1۔ امتیاز حسین بلوچ، ڈاکٹر، ملتان کا تاریخی پس منظر، نخلستان، ملتان (گورنمنٹ ایمرسن کالج)، اپریل 2020ء، ص30

2۔ مرزا ابن حنیف، سات دریاوں کی سرزمین، ملتان، کاروان ادب، بار اول 1980ء، ص219

3۔ جاوید اختر بھٹی، ملتان کا ادبی منظر نامہ (ماہ و سال گذشتہ، ملتان، انسی ٹیوٹ پالیسی اینڈ ریسرچ، 2010ء، ص163

4۔ حفیظ خان' ملتان کی ثقافتی وراثت'، ملتان: ثقافتی کونسل، 2015ء، ص79

5۔ محمد بلال بھٹی، ملتان کا ثقافتی ورثہ: ارشد ملتانی، ملتان، پیلوں پبلی کیشنز، 2018ء، ص89

6۔ شاکر حسین شاکر، ملتان عکس و تحریر۔ ملتان: سخن ور فورم، 2011۔

7۔ سبطین گیلانی، ملتان ماضی و حال کے آئینے میں۔ بہاولپور: ادارہ تحقیق و تدوین، 1993ء

8۔ حفیظ خان، آثر ملتان۔ ملتان: ادارۂ تحقیق، 2010ء

9۔ شاکر حسین شاکر، ملتان عکس و تحریر۔ ملتان: سخن ور فورم، 2011ء

10۔ سبطین گیلانی، ملتان ماضی و حال کے آئینے میں۔ بہاولپور: ادارہ تحقیق و تدوین، 1993ء

11۔ جاوید اختر بھٹی، ملتان کا ادبی منظر نامہ۔ ملتان: بزم ادب، 1983ء

12۔ حفیظ خان، آثر ملتان۔ ملتان: ادارۂ تحقیق، 2010ء

13۔ امتیاز حسین بلوچ، ڈاکٹر، ابراہیم جلیس حیات و افسانہ نگاری، مشمولہ، ملتان کا عصری ادب، مرتبہ: اسد فیض، ملتان، ہم عصر پبلی کیشنز، 2002ء، ص98

14۔ رفیع الدین احمد، ڈاکٹر، ملتان بحیثیت ادبی مرکز فارسی، لکھنؤ، نظامی آفسٹ پرنٹنگ پریس، 1991ء، ص42

15۔ ڈاکٹر روبینہ ترین،' تاریخ ادبیات ملتان'، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 2012ء، ص145

16۔ ڈاکٹر مختار احمد ظفر' .ملتان کی شعری روایت .'لاہور: بیکن بکس، 2014ء، ص234

17۔ ڈاکٹر محمود شیرانی' .پنجاب میں اردو .'لاہور: اردو اکادمی، 1950ء، ص234

18۔ واحد بخش ندوی .ہفت روزہ' اسلام'، ملتان، ایڈیٹوریل آرکائیوز۔

19۔ ارشد، ارشد حسین، ملتان کا سماجی و ثقافتی ارتقاء، ملتان، بزم ترقی ادب، 1968ء، ص123

20۔ جیلانی کامران، نئی نظم کے تقاضے، لاہور، مکتبہ عالیہ، 1985ء، ص10

21۔ سید سبطین گیلانی، ملتان کی صوفیانہ شاعری، لاہور: پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف لینگویج، آرٹ اینڈ کلچر، 2008ء، ص33